

طلاق در اسلام

<"xml encoding="UTF-8?">

سب سے پہلے تو یہ جان لینا چاہئے کہ طلاق و جدائی ایک غیر فطری اور سنن آفرینش کے خلاف فعل ہے۔ جس معاشرے میں طلاق کی کثرت ہو جائے سمجھ لینا چاہئے کہ یہ معاشرہ فطری زندگی کے راستے سے بھٹک گیا ہے۔ علم حقوق کے علماء نے زن و شوہر کے تعلقات کو خاص طور پر مرکز توجہ قرار دیتے ہوئے اظہار نظر بھی فرمایا ہے اور بہت سے سماجیات کے ماہرین کی رائے ہے کہ چونکہ طلاق دینے کی وجہ سے خاندان پر بُرا اثر پڑتا ہے، گھر کا ماحول منقلب ہو جاتا ہے اور بچے مختلف قسم کے ذہنی و روحی مفسد میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس لئے مجبوری کے علاوہ طلاق کو ہر صورت میں نا جائز قرار دے دینا چاہئے اور اس سلسلے میں سختی سے کام لینا چاہئے تاکہ کوئی شخص طلاق کا اقدام ہی نہ کر سکے۔

علم الاجتماع کے ماہرین کی رائے مناسب صحیح مگر بعض موقعوں پر اخلاقی یا روحی لحاظ سے طلاق نا گزیر بن جاتی ہے۔ ایسی صورت میں طلاق نہ دینا تباہی کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ ذرا سوچئے! اگر شوہر و زوجہ کے حالات میں بہتری کی کوئی صورت ممکن ہی نہ ہو تو اس وقت کیا کرنا چاہئے؟ کیا اس وقت خانوادے کو اسی طرح جہنم میں جلنے دیا جائے یا ایسی صورت میں اس مسئلے کا حل طلاق کی صورت میں کرنا چاہئے تاکہ وہ لوگ داخلی کش مکش اور ذہنی تکلیف سے نجات حاصل کر سکیں؟ اب ان دونوں راستوں میں کونسا راستہ اس دوزخ سے بچانے کے لئے استعمال کرنا چاہئے؟

اس قسم کے مواقع پر اسلام نے مخصوص شرائط کے ساتھ طلاق کو جائز قرار دیا ہے تاکہ خانوادے کو اس دوزخ سے بچایا جا سکے بر خلاف مسیحیت کے کہ اس نے ایسی صورت میں بھی طلاق کو جائز نہیں سمجھا بلکہ طلاق کو ممنوع قرار دے دیا ہے۔!

ایسی صورت میں طلاق دے دینا ہی بہتر ہے کیونکہ طلاق نہ دینے کی صورت میں اختلاف کم ہونے کے بجائے بڑھیں گے ازدواجی زندگی بھر حال بسر نہیں ہو سکے گی لہذا اس موقع پر حقیقت کو تسلیم کر لینا ہی چاہئے اور حلال چیزوں میں مبغوض ترین چیز کا ارتکاب کر لینا ہی بہتر و مناسب ہے اور بہت ممکن ہے کہ طلاق کے بعد مرد و عورت کے ذہن بدل جائیں اپنے کئے پر نادم ہوں اور از سر نو زندگی کی گاڑی کو کھینچنے پر متحد ہو جائیں تو ان کے لئے اسلام نے اس کی گنجائش رکھی ہے کہ عدہ کے زمانے میں رجوع کر سکتے ہیں۔

اسلام کی نظر میں بقائے زوجیت اور استحکام خانوادہ نہایت ضروری چیز ہے اسی لئے نظام خانوادے کو محفوظ کرنے کی خاطر بعض قسم کی آزادیوں پر پابندی لگا دی ہے اور طلاق کے مسئلہ میں عورت کے اختیار مطلق کو سلب کر کے محدود اختیار دیکر عورت کے مصالح کو محفوظ کرنا چاہا ہے کیونکہ اگر مرد و عورت دونوں کو طلاق کا اختیار دے دیا جائے تو احتمال طلاق دو گنا ہو جائے گا اور ایسا رشتہ جو دونوں طرف سے ٹوٹ جانے والا ہو طرفین کے اعتماد کو متزلزل کر دے گا۔ لہذا یہ حق کسی ایک ہی کے ہاتھ میں ہونا چاہئے اور چونکہ انتخاب شوہر میں عورت کو کلی اختیار دیا گیا ہے اس لئے طلاق میں بر بنائے انصاف مرد کو یہ اختیار ملنا چاہئے اور اسلام نے یہی کیا بھی ہے۔

مرد اور عورت کی جسمانی ساخت ایک کو دوسرے سے جدا کرتی ہے اور دونوں کے فطری خصائص بھی الگ الگ ہیں چنانچہ مرد میں قوت فکریہ کا غلبہ ہے۔ لیکن عورت کے اندر "احساس و عاطفہ" کو غلبہ حاصل ہے

چنانچہ ڈاکٹر الکسس کارل کہتا ہے: ”مرد و عورت کے بدن اور بدن کے تمام اجزاء خصوصاً اعصابی سلسلے اپنی اپنی جنس کی نشان دہی کرتے ہیں اسلئے تعلیم و تربیت کے ماہرین کو مرد و عورت کے عضوی اختلاف اور ان کے فطری وظائف کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اس اساسی نکتہ کی طرف توجہ ہمارے آئندہ تمدن کی بنیاد میں کافی اہمیت رکھتی ہے اور کسی بنیادی اور اہم نکتہ کی طرف توجہ نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کی ترقی کے طرفدار مرد و عورت کے لئے ایک قسم کی تعلیم کے بارے میں سوچتے ہیں اور دونوں کے مشاغل و اختیارات اور عہدے بھی ایک ہی قسم کے چاہتے ہیں۔“ (۱)

مندرجہ بالا تحریر عورت و مرد کے حقوق وظائف و ذمہ داریوں کے اختلاف پر اچھی خاصی روشنی ڈالتی ہے اسی دقیق حساب کی بنا پر اسلام نے حکم دیا ہے کہ ”طلاق کا اختیار مرد کو ہے“۔ (۲)

عورت کے ظرف اور مزاج (جو سراپا ہیجان و تلون ہے) کو دیکھتے ہوئے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ضروری اور مشترک زندگی عدم استحکام کی صورت میں عورت اس بات پر قادر نہیں ہے کہ اپنے حق سے استفادہ کر سکے بلکہ معمولی بہانہ بھی اس کی مشترک زندگی کے خاتمے اور خانوادے کے سکون کو غارت کر دینے کے لئے کافی ہے۔

جس طرح اسلام نے تشکیل خانوادہ کے لئے ہر طرح کی سہولتوں کو مہیا کیا ہے اور اس میں پیش آنے والی مشکلات و رکاوٹوں کو ختم کیا ہے اسی طرح طلاق دینے اور خانوادہ کے سکون کو غارت کر دینے کے لئے بھی بہت زیادہ سختی برتی ہے اسلام کسی بھی قیمت پر رشتہ ازدواج کو توڑنے اور گھر کے سکون کو درہم و برہم کرنے پر تیار نہیں ہے۔ اسلام کا مطمح نظریہ ہے کہ تمام خانوادے امن و امان سے رہیں، دلوں کو سکون رہے، مرد و عورت ہم آہنگی کے ساتھ زندگی بسر کریں اسی لئے ابتدائی مرحلے میں ہی اپنی ساری کوشش صرف کر دیتا ہے کہ عقد نکاح مضبوط سے مضبوط تر ہو، ہاں اگر اصلاح سے مایوس ہو جائے تب بات اور ہے۔

چنانچہ ایک طرف مردوں کو مخاطب کر کے قرآن کہتا ہے: ”عورتوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرو اب اگر تم انہیں ناپسند بھی کرتے ہو تو ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور خدا اسی میں خیر کثیر قرار دیدے۔“ (۳)

در حقیقت نفرت و کراہت کے شعلوں کو خاموش کرنے اور ناراضگی کو دور کرنے کے لئے نیز مردوں کے وجدان کو بیدار کرنے کے لئے اسلام مردوں کو اس امر مکروہ پر صبر و شکیبائی کی تلقین کرتا ہے کہ جن عورتوں کو نا پسند کرتے ہیں ان کو چھوڑ نہ دیں۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ ان عورتوں کے وجود ہی میں خیر و برکت ہو اور لوگ اس سے غافل ہوں اور انہیں عورتوں کو نا پسند کرنے کے باوجود جدا نہ کرنے سے خیر و برکت کے دروازے کھلتے ہوں اور دوسری طرف عورتوں کو مخاطب کر کے قرآن سفارش کرتا ہے کہ ”اگر کوئی عورت شوہر سے حقوق ادا نہ کرنے یا اسکی کنارہ کشی سے طلاق کا خطرہ محسوس کرے تو دونوں کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ کسی طرح آپس میں صلح کر لیکہ صلح میں بہتری ہے۔“ (۴)

پیشوایان اسلام نے بھی طلاق کو نہایت نا پسندیدہ فعل قرار دیا ہے اور مختلف بیانات اس کی مذمت کی ہے چنانچہ معصوم علیہ السلام کا ارشاد ہے: ”جو عورت بغیر کسی اہم ضرورت کے اپنے شوہر سے طلاق مانگے تو خدا اس کو اپنی رحمت و عنایت سے محروم کر دے گا۔“ (۵)

دوسری جگہ ارشاد ہے: ”شادی کرو مگر طلاق نہ دو کیونکہ طلاق عرش الہی کو ہلا دیتی ہے۔“ (۶)

اسلام نے مردوں کو حق طلاق تو ضرور دیا ہے مگر اس اختیار سے غلط فائدہ حاصل کرنے پر پابندی لگا دی ہے اور اختیارات کو بھی مخصوص دائرے میں محدود کر دیا ہے (مثلاً) مرد ظلم و ایذا کی نیت سے عورت کو طلاق نہیں دے سکتا۔ اسی طرح اگر طلاق سے مفسد و خطرات کا یقین ہو تو طلاق کی اجازت نہیں ہے۔ اسلام نے

جو شرائط و قیود طلاق کے لئے معین کر دئے ہیں وہ طلاق کی قلت کے اہم اسباب ہیں ۔ عورت و مرد کے اختلاف کو دور کرنے کے لئے سب سے پہلا قدم گھریلو عدالت ہے اور یہ چیز اسلام کے ابتکارات میں سے ہے ۔ ابھی تک مغربی ممالک میں اس قسم کا کوئی موثر حربہ کشیدگی دور کرنے اور زن و شوہر میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے ایجاد نہیں ہوا ہے ۔ اس گھریلو عدالت کا مطلب یہ ہے کہ عورت و مرد دونوں کی طرف سے ایک ایک ایسا آدمی منتخب کیا جائے جس میں حاکمیت کے سارے شرائط موجود ہوں پھر یہ دونوں مل بیٹھ کر تمام حالات پر غور و فکر کر کے ایک ایسا فیصلہ دیں جو دونوں کے لئے قابل قبول ہو ۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے :، اگر ان کے اختلاف سے ڈرتے ہو تو ایک شخص مرد کی طرف سے حکم بنے اور ایک عورت کا قریبی رشتے دار حکم بنے ۔ اگر یہ لوگ صلح کرنا چاہتے ہوں ۔ خدا ان کے درمیان صلح قرار دے گا وہ حکیم و دانا ہے ۔، (۷) لیکن اگر اسباب طلاق بہت گہرے ہوں اور اصلاح کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو پھر دونوں اپنا اپنا راستہ الگ کر لیں ۔ لیکن عمومی عدالتوں کا ان مسائل میں دخیل ہونا بہت مضر ہے کیونکہ یہ بات تجربے میں آچکی ہے کہ عمومی عدالتوں کے دخل دینے سے میاں بیوی کے حالات اور زیادہ خراب ہو جاتے ہیں کیونکہ عمومی عدالتوں کا فریضہ ہے کہ وہ خشک اور نا قابل جھکاؤ قانون کے ماتحت طرفین کی دلیلوں کو سن کر فیصلہ کریں ۔ اب جس کے دلائل مضبوط ہوں گے اس کے حق میں فیصلہ ہو جائے گا وہ لوگ آتش اختلاف کو بجھانے کی کوشش نہیں کریں گے اور نہ اختلاف کے اسباب دور کرنے کی کوشش کریں گے ۔ اس کے علاوہ ایک بڑی خرابی اور بھی ہے کہ طرفین خالص گھریلو باتوں کو اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے بیگانہ افراد کے سامنے پیش کریں گے جس سے مرد و عورت کے احساس مجروح ہوتے ہیں ان کی شخصیتیں متاثر ہو جاتی ہیں اور پھر اختلاف کم ہونے کے بجائے بڑھ جاتا ہے ۔

طلاق کے شرائط میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ دو عادل افراد کے سامنے صیغہ طلاق جاری کیا جائے ۔ اس سلسلے میں قرآن فرماتا ہے: طلاق پر دو عادل مسلمانوں کو گواہ بناؤ ۔ (۸)

اب اگر دو عادل شخصیتوں کے بغیر صیغہ طلاق جاری کیا گیا تو طلاق باطل ہے ۔ طلاق میں دو عادل افراد کی شرط کا فائدہ یہ ہے کہ جب ان کے سامنے مسئلہ آئے گا تو وہ اپنی عدالت کی وجہ سے اس بات پر مجبور ہیں کہ کوشش کر کے میاں بیوی میں اختلاف کو ختم کرا دیں ۔ اور حتی الامکان طلاق نہ ہونے دیں لیکن طلاق کے بعد اگر شوہر رجوع کرنا چاہے تو پھر رجوع کے لئے کوئی شرط نہیں ہے یہاں معاملہ طلاق کے بالکل برعکس ہے کیونکہ اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ اتحاد و اتفاق اور رشتہ ازدواج کی بقاء میں کسی قسم کی تاخیر نہ ہونی چاہئے ، اختلاف و جدائی کو ختم کرنے اور الفت و محبت کو بحال کرنے کے لئے اسلام نے مختلف سہولتیں مہیا کی ہیں ۔

اس کے علاوہ ہر وقت دو عادل افراد کا ملنا بھی ممکن نہیں ہے اس لئے حتی الامکان طلاق میں کمی ہو گی کیونکہ جب تک دو عادل افراد کی تحقیق نہ ہو جائے مرد چاہنے کے بعد بھی طلاق نہیں دے سکتا اسی طرح طلاق کے لئے عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا بھی شرط ہے ۔ بہت سے ایسے مقامات آتے ہیں کہ مرد طلاق دینے پر آمادہ ہے لیکن عورت کی ناپاکی اس ارادے میں حائل ہو جاتی ہے اور وہ ایک مدت کے لئے ٹل جاتا ہے بہت ممکن ہے کہ اتنے دنوں میں حالات بدل جائیں اور مرد اپنے ارادے سے باز آجائے ۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب مشترک زندگی مرد کے لئے مشکل ہو جائے اور عورت سے بیزاری کی وجہ سے مرد طلاق دینا چاہے تو طلاق کے بعد بھی رشتہ ازدواج منقطع نہیں ہوتا اور میاں بیوی (شرعی طور سے) ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے بلکہ عدہ ختم ہونے سے پہلے جس وقت مرد چاہے پھر سے اس سلسلے کو دوام

بخش سکتا ہے ۔

آخری اقدام جو اسلام نے بقائے عقد کی خاطر کیا ہے وہ یہ ہے کہ طلاق رجعی دینے کے بعد بھی مرد کا فریضہ ہے کہ عدت کے زمانے یعنی تین ماہ کچھ دن تک عورت کو گھر سے نکال نہیں سکتا اور خود بھی کسی بہت ضروری امر کے بغیر گھر سے باہر نہیں نکل سکتی ، چنانچہ ارشاد قرآن ہے: خبردار انہیں انکے گھروسے نہ نکالنا اور نہ وہ خود نکلیں جب تک کوئی کھلا ہوا گناہ نہ کریں ، یہ خدائی حدود ہیماور جو خدائی حدود سے تجاوز کریگا اس نے اپنے ہی نفس پر ظلم کیا ہے تمہیں نہیں معلوم کہ شاید خدا اس کے بعد کوئی نئی بات ایجاد کر دے ۔ (۹)

تین مہینے اور کچھ دن کی مدت (جس میں عورت کو اپنے شوہر کے گھر رہنا ہی چاہئے) مرد کو طلاق دینے پر نادم و پشیمان بھی بنا سکتی ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس مدت میں محبت و الفت پھر پیدا ہو جائے اور دوبارہ مرد ازدواجی زندگی پر آمادہ ہو جائے ۔ اسی بات کی طرف آیت قرآنی کا آخری حصہ اشارہ کرتا ہے یعنی اس حکم کا فلسفہ کہ عورت عدہ کے زمانے میں کیوں شوہر کے گھر پر رہے، بیان کر رہی ہے اور اس میں خوبی یہ ہے کہ عدہ رجعیہ میں رجوع کرنے کے لئے کسی خصوصی اہتمام کی ضرورت نہیں ہے بلکہ مرد کے بقاء نکاح کے لئے معمولی خواہش بھی اس بات کے لئے کافی ہے ۔ رجوع میں اتنی سہولت دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام خانوادے کے اتحاد کو ہر قیمت پر باقی رکھنا چاہتا ہے اور طلاق و جدائی و انتشار کو سخت نا پسند کرتا ہے ۔

اسی طرح خلع (یعنی عورت ، مرد کو نا پسند کرتی ہو اور مہر یا دوسرا مال دے کر شوہر سے جدائی حاصل کرے) میں بھی یہ بات ملحوظ ہے کہ اگر عورت خلع لینے پر نادم و پشیمان ہو تو اپنے دئے ہوئے مال کو واپس لے کر پھر شوہر کے حق کو دوبارہ محفوظ کر دیتی ہے کہ وہ چاہے تو رجوع کر لے اور زندگی پھر پرانے ڈھرے پر چل نکلے ۔

اسلام نے نکاح کے مقدس رابطے کو برقرار رکھنے کے لئے ایسے قوانین بنا کر نا قابل تصور حد تک رعایت دی ہے اور خانوادے کے اتحاد کو دوام بخشا ہے کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ مختلف اسباب و عوامل کی بناء پر ” مَا لَهُ وَ مَا عَلَيْهِ “ پر غور کرنے سے پہلے عجلت میں کوئی فیصلہ کر دیتے ہیں اور پھر بعد میں پچھتا تے ہیں اسی لئے طلاق کے لئے اسلام نے اتنے قیود و شرائط معین کر دئے کہ انسان جلدی سے فیصلہ نہ کر سکے اور اس کی وجہ سے حتمی طور پر طلاق کی تعداد میں کمی ہو گی ۔

ان تمام باتوں کے پیش نظر غیر متعصب و منصف مزاج آدمی یہ ماننے پر مجبور ہے کہ دنیا کے ہر نظام سے زیادہ اسلام نے حفظ نکاح میں کوشش کی ہے اور مدعیان اسلام کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ۔ جہاں عورتوں کے حقوق کو خطرہ لاحق ہو جائے وہاں اسلام نے عورت کی قانونی حمایت کی ہے اور ایسے مواقع کے لئے عورت کو راستے بتائے گئے ہیں تاکہ وہ ایسے حالات میں اپنے کو اس ماحول سے الگ کر سکے ۔ مثلاً :

۱۔ نکاح کے وقت عورت مرد سے شرط کر سکتی ہے کہ اگر مرد نے اس کے ساتھ ناروا سلوک کیا یا نان و نفقہ میں کوتاہی برتی یا مسافرت کی یا دوسری شادی کی تو وہ خود وکیل یا وکیل در وکیل ہو کر مرد سے طلاق حاصل کر سکتی ہے ۔

۲۔ امو رجنسی کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لے تاکہ شوہر خود ہی اس کو طلاق دے دے ۔

۳۔ اگر شوہر نان و نفقہ نہ دے سکتا ہو یا جنسی امور کی انجام دہی نہ کرے یا اس کے دیگر واجب حقوق کو

پورا نہ کرے تو ایسی صورت میں عورت حاکم شرع سے رجوع کر سکتی ہے۔ اب اگر حاکم شرع کے سامنے عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو جاتا ہے تو وہ شوہر کو عدالت، اتحاد، ادائیگی حقوق پر مجبور کرے گا اور اگر شوہر پھر بھی نہیں مانتا تو حاکم شرع اس کو طلاق پر مجبور کرے گا۔ اگر طلاق بھی نہ دے تو حاکم شرع خود طلاق جاری کر دے گا۔

۴۔ اگر شوہر عورت پر زنا کا الزام لگائے اور بچے کا انکار کر دے کہ یہ میرا نہیں ہے تو عورت کو حق ہے کہ عدالت شرعیہ کی طرف رجوع کرے اگر شوہر اپنے دعوے کو ثابت نہ کر سکے تو مخصوص شرائط کے ساتھ قاضی کے حکم سے دونوں میں جدائی ہو جائے گی۔

۵۔ اگر میاں بیوی دونوں ایک دوسرے سے متنفر ہوں تو یہاں بھی بہت آسانی سے جدائی ممکن ہے اس طرح کہ عورت اپنے مہر کو ختم کرے اور مرد زمانہٴ عدہ کے مصارف سے معاف کیاجائے تو ایسی صورت میں بھی عورت مہر کا مطالبہ کئے بغیر اور شوہر زمانہٴ عدہ کا خرچ دئے بغیر آپس میں طلاق حاصل کر سکتے ہیں۔

۶۔ اگر شوہر مفقود الخبر ہو جائے اور عورت نفقہ یا دوسری باتوں کی وجہ سے سختی و پریشانی میں مبتلا ہو تو وہ حاکم شرع کی طرف رجوع کر کے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔

اسلام نے جس طرح مرد کے تنفر کی طرف توجہ دی ہے عورت کے تنفر کو بھی پیش نظر رکھا ہے اسی لئے اگر عورت شوہر سے نفرت کرتی ہے اور اپنے کو کسی بھی طرح مشترک زندگی بسر کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتی تو شوہر کو مہر بخش کر یا کچھ دے کر طلاق پر آمادہ کر سکتی ہے۔ قرآن میں ہے ”جو مال تم نے اپنی بیویوں کو دیا ہے اس کو واپس لینا تمہارے لئے جائز نہیں ہے مگر یہ کہ حدود الہی کی برقراری سے خوف زدہ ہو (اور نکاح کو باقی نہ رکھ سکتے ہو) ایسی صورت میں اس مال سے کچھ لے سکتے ہو اور طلاق دے سکتے ہو۔ (۱۰) اس سے پتہ چلا کہ اسلام نے عورتوں کے احساسات کا بھی خاص خیال رکھا ہے اور اس کے لئے بھی تکلیف دہ زندگی سے چھٹکارا پانے کا راستہ کھول رکھا ہے جیسا کہ رسول خدا کے زمانے میں ایک واقعہ ایسا پیش آیا تھا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک دن ”ثابت بن قیس“ کی بیوی ”جمیلہ“ پریشاں حال پیغمبر (ص) کی خدمت میں آئی اور عرض کرنے لگی خدا کے رسول اب میں ایک منٹ بھی ”ثابت“ کے ساتھ زندگی نہیں بسر کر سکتی اور کسی قیمت پر ہم دونوں کا سر ایک تکئیے پر اکٹھا نہیں ہو سکتا اور اس میں اضافہ کرتے ہوئے کہنے لگی کہ میری جدائی و طلاق کی خواہش ”ثابت بن قیس“ کے ایمان یا اخلاق یا کیفیت معاشرت کی کمی کی بناء پر نہیں ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر میں طلاق نہ لوں تو کہیں کفر و بے دینی کی طرف مائل نہ ہوں۔ میری نفرت کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اتفاقاً خیمے کا پردہ اٹھایا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ثابت چند لوگوں کے ساتھ آ رہے ہیں اور وہ سب میں سب سے زیادہ کالے، بد صورت، پستہ قد ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے کراہت محسوس ہونے لگی اور میرے دل میں نفرت پیدا ہو گئی اب میکسی قیمت پر ان کے ساتھ زندگی نہیں بسر کر سکتی، پیغمبر (ص) نے اس کو بہت پند و نصیحت فرمائی مگر اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس وقت آپ نے ثابت کو بلا کر پورا قصہ سنایا۔ ثابت جمیلہ کو ضرورت سے زیادہ چاہنے کے باوجود اس تکلیف دہ بات پر تیار ہو گئے اور مہر میں جو باغ جمیلہ کو دیا ہے اس کو واپس لے کر طلاق دے دی۔ مختصر یہ کہ اس طرح جمیلہ نے اپنے شوہر ثابت بن قیس سے طلاق خلعی حاصل کر لی۔ (۱۱)

اسلام میں بعض ایسے موارد بھی ہیں کہ جہاں پر مرد کو طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے بلکہ خود عورت کو یہ حق ہوتا ہے کہ وہ عقد نکاح باطل قرار دیدے کچھ مقامات پر عدالت اسلامی کی طرف رجوع کرنے کے بعد عقد نکاح باطل کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے اور ایسے بھی مقامات ہیں جہاں عدالت شرعیہ کی طرف

مراجعہ کئے بغیر بھی طلاق ہو سکتی ہے مثلاً اگر عورت یا مرد دیوانہ ہو جائیں تو دوسرے کونکاح فسخ کر دینے کا حق ہے۔ (جرمنی و سوئزر لینڈ جیسے مغربی ممالک میں بھی دیوانہ ہونا عقد نکاح کے ختم کرنے کا سبب ہے لیکن بعض دوسرے یورپی ممالک میں جیسے فرانس کے اندر شوہر یا بیوی کا پاگل ہو جانا سبب طلاق نہیں ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ اپنے پاگل جیون ساتھی کو قبول کرے اور اسکے ساتھ زندگی بسر کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک جبری قسم کا حکم ہے لیکن اسلام نے ایسی صورت میں یہ حق دیا ہے کہ اگر جی چاہے تو پاگل کے ساتھ زندگی بسر کرے اور نہیں جی چاہتا تو عقد کو فسخ کر کے اپنے کو آزاد کر لے) اسی طرح مرد کا خصی ہونا یا عنین ہونا بھی عورت کے لئے حق فسخ کو ثابت کرتا ہے۔ اسی طرح جبر و اکراہ بھی نکاح کے فسخ ہونے کا سبب ہے۔ دوسرے اور بھی مواقع ہیں جہاں پر بعض فقہاء نے حق فسخ کو مانا ہے۔

مغربی معاشرے کا سب سے بڑا درد سر ارکان خانوادہ کا متزلزل ہونا ہے مغربی دنیا کی موجودہ آزادی و بے راہ روی کلیسا کی زبردستیوں کا رد عمل ہے کیونکہ عیسائی مذہب میں سرے سے طلاق کا وجود ہی نہیں ہے۔ کلیسا کی سختیوں سے مجبور ہو کر حکومتوں نے طلاق کو قانونی حیثیت دی۔ مثلاً اکتوبر ۱۷۸۹ء کے انقلاب سے پہلے عیسائی مذہب کی بناء پر فرانس میں طلاق ممنوع چیز تھی لیکن جدید مدنی حقوق کی تنظیم کے وقت ۱۸۰۴ء میلوگوں کے دباؤ کی وجہ سے طلاق کو قانونی حیثیت دی گئی لیکن اس پندرہ سال کے اندر جس میں طلاق کو قانونی حیثیت حاصل تھی۔ بڑی سرعت کے ساتھ طلاق کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا اور پھر کلیسا کے دباؤ میں آکر ۱۸۱۶ء میں قانون طلاق کو ختم کر کے ”تفریق جسمانی“ نام کے قانون کو نافذ کیا گیا لیکن پھر لوگوں کا شدید دباؤ پڑنے پر حکومت نے مجبور ہو کر ۱۸۸۴ء میں محدود طریقے پر عورت و مرد کو قانوناً حق طلاق دیا مندرجہ ذیل مقامات پر قانوناً عورت و مرد کو حق طلاق حاصل ہے۔

۱۔ اگر مرد یا عورت کسی ایسے جرم کے مرتکب ہو جائیں جس کی بناء پر قانوناً مندرجہ ذیل کسی ایک سزا کے مستحق ہو جائیں۔ پھانسی، حبس دوام، ملک بدری اجتماعی حقوق سے محرومیت، محنت شاقہ کے ساتھ وقتی قید۔

۲۔ دونوں میں سے کوئی زنا کا مرتکب ہو جائے لیکن عورت کو حق طلاق اس صورت میں ہو گا کہ جب مرد اس کے گھر میں زنا کا ارتکاب کرے۔ پولیس کی نظر میں مکمل طور سے یہ خیانت ثابت ہو۔ اس بنا پر جب میاں بیوی ایک دوسرے سے علاحدگی اختیار کرنا چاہیں تو تیسرے فریق کی بھی موافقت کی ضروری ہو گی اس طرح کہ وقت معین پر سوتے وقت، شوہر پولیس کو لا کر دکھائے کہ میری بیوی دوسرے مرد کے ساتھ سو رہی ہے۔ پھر جب پولیس شوہر کے ساتھ آکر کسی غیر مرد کو سوتا ہوا دیکھے گی تب جا کر طلاق ہو گی۔ (۱۲) ذرا سوچئے کہ حق طلاق کتنی بے حیائی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ آج کی متمدن دنیا ایک طرف تو عورت کو اجتماعی و سیاسی امور میں شریک ہونے کا حق دلاتی ہے اور دوسری طرف اس کی عزت و شرف کو باز یچھٹا اطفال بناتی ہے اور کس قدر بے حیائی کا مظاہرہ کراتی ہے۔

۳۔ شوہر یا عورت ایک دوسرے کو آزار پہنچائیں یا اہانت کریں، یا فحش کلامی کریں۔ اسی طرح کے دوسرے مواقع ہیں جہاں ایک دوسرے کو طلاق لینے کا حق حاصل ہے۔

موجودہ دور میں فرانس ، پرتگال اور اٹلی کے اندر ”تفریق جسمانی“ کا رواج ہے ۔ تفریق جسمانی کا مطلب یہ ہے کہ علیحدگی چاہنے والے میاں بیوی الگ الگ وقتی طور پر زندگی بسر کریں ۔ اس جدائی کی مدت زیادہ سے زیادہ تین سال ہوتی ہے اور اس مدت میں اگر چہ عورت جنسی آسودگی دینے سے اور مرد نان و نفقہ دینے سے معاف ہیں مگر دوسرے تمام آثار زوجیت باقی رہتے ہیں ۔ اس مدت کے بعد بھی اگر عورت یا مرد مشترک زندگی بسر کرنے پر تیار نہ ہوں تو طلاق دی جائے گی ۔

امریکہ نے عورت و مرد کو طلاق کے سلسلے میں ضرورت سے زیادہ آزادی دے رکھی ہے اس لئے وہاں طلاق بکثرت ہوتی ہے۔ یہ بے حساب آزادی اور مساوی طور سے مرد و عورت کو حق طلاق دینے کی وجہ سے ارکان خانوادہ تزلزل کا شکار ہو گئے ہیں اور اس کے تلخ ترین نتائج ظاہر ہونے لگے ہیں ۔ عورتیں معمولی معمولی بھانوں سے جب جی چاہتا ہے مرد سے الگ ہو جاتی ہیں در حقیقت مغربی دنیا خانوادے اور عورتوں کی خدمت کرنے کے بجائے جنایت کی مرتکب ہوئی ہے ۔

جن ممالک میں عورتوں کو حق طلاق دیا گیا ہے ان کے اجمالی اعداد و شمار کو دیکھ کر ہر عقلمند انسان محو حیرت ہو جاتا ہے ۔ عورتوں کی خواہش پر مغربی دنیا میں ہونے والی طلاقوں کی کثرت اور طلاق لینے کی دلیلوں کو دیکھ کر اسلام کی ژرف نگاہی روز روشن کی طرح آشکار ہو جاتی ہے ۔ متمدن مغربی دنیا میں ہونے والی طلاقوں کا نمونہ ملاحظہ فرمائیے ایک مشہور ہفتہ وار اخبار لکھتا ہے :

شہر اسٹرا سبورگ میں ہونے والی چوٹی کانفرنس کے صدر نے مختلف ممالک میں ہونے والی طلاقوں کے اعداد و شمار افراد کانفرنس کے سامنے اس طرح بیان کئے:

اس اعداد و شمار کے مطابق آخری ایک سال کے اندر فرانس میں ۲۷/ فیصد طلاق عورتوں کی ”مد پرستی“ کے افراط کی وجہ سے ہوئی اور یہی تعداد جرمنی میں ۳۳/ فیصد اور ہالینڈ میں ۳۶/ فیصد اور سوئیڈن میں ۱۸/ فیصد ہوئی ۔

پیرس کی ہر عورت جو مد پرستی کی عادی ہو چاہے افراط کی حد تک نہ بھی ہو پھر بھی ایک سال کے اندر تقریباً پانچ ہزار روپے بیکار و بیہودہ مصرف میں خرچ کر دیتی ہے ۔ اور یہ کثیر رقم نہ تو اس کی خوبصورتی میں اضافہ کرتی ہے اور نہ اسکی شخصیت کو بلند و بالا کرتی ہے اور نہ خانوادے کے فلاح و بہبود پر خرچ ہوتی ہے ۔

براہ راست عورت کو حق طلاق دینے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ جب صرف ایک مدپرستی جیسی بے ارزش چیز کی وجہ سے اتنی طلاقیں ہوتی ہیں تو دوسرے اسباب کی بناء پر کیا عالم ہو گا ؟۔

عورتوں کو حق طلاق دینے کے جو برے نتائج برآمد ہوتے ہیں انہوں نے ذمہ داران حکومت میں عجیب و حشت پیدا کر دی ہے اب وہ لوگ اس کے محدود کرنے کے طریقے پر غور و فکر کر رہے ہیں ۔ گذشتہ سال فرانس میں تیس ہزار طلاقیں ہوئیں اور چونکہ ہر سال اس تعداد میں اضافہ ہی ہو رہا ہے اس لئے فرانسیسی

خانوادوں کے فیڈ ریشن نے حکومت سے درخواست کی ہے کہ ۱۹۴۱ء کے مخصوص قانون کو جو ۱۹۲۵ء میں ختم کر دیا گیا تھا دوبارہ لاگو کیا جائے ۔ اس قانون کے مطابق شادی سے تین سال تک کسی بھی وجہ سے طلاق نہیں دی جا سکتی اور نہ لی جا سکتی ہے ۔ یہی قانون انگلستان میں بھی نافذ ہے صرف اس میں دو صورتوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے ۔

۱۔ مرد کی طرف سے فوق العادہ سختی و وحشت گری ۔

۲۔ عورت کی طرف سے خیانت اور بے اندازہ فساد ۔ (۱۳)

امریکی دانش مند لوسون (LOSUN) تحریر کرتا ہے : جس کے اندر ذرہ برابر بھی انسان دوستی موجود ہے وہ اس وحشت ناک اعداد و شمار سے رنجیدہ ہے اور اس کے علاج کی فکر میں ہے۔ سب سے زیادہ قابل توجہ بات یہ ہے کہ ۸۰ فیصد طلاق عورتوں کی خواہش سے واقع ہوئی اور ہو رہی ہیں۔ کثرت طلاق کی علت بھی اسی جگہ تلاش کرنا چاہئے اور قطعی طور پر اس کو محدود کر دینا چاہئے۔ (۱۲)

یہاں پر معاشرے کے اندر (VOLTAIRE) کے قانون طلاق کے سلسلے میں اسلام کی جامعیت کے اعتراف کا ذکر کرنا بھی مناسب ہے۔ وہ لکھتا ہے :

محمد ایسے عقل مند واضع قانون ہیں جو بشریت کو جہل و فساد و بد بختی سے نجات دینا چاہتے تھے۔ اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے انہوں نے دنیا کے تمام انسانوں، عورت۔ مرد، چھوٹا۔ بڑا، عاقل و دیوانہ، سیاہ و سفید، زرد و سرخ کے نفع کا خیال رکھا۔ انہوں نے تعداد ازواج کی اجازت ہرگز نہیں دی۔ بلکہ اس کے بر خلاف ایشیائی ممالک کے حکمرانوں اور باشاہوں کی بے حساب شادیوں پر پابندی لگا کر چار عورتوں تک محدود کر دیا۔ شادی بیاہ اور طلاق کے سلسلے میں ان کے قوانین، آج کے قوانین سے بدرجہا بہتر ہیں۔ شاید طلاق کے سلسلے میں قرآن سے زیادہ مکمل قانون اب تک نہیں بنایا جا سکا۔ (۱۵)

حوالے

(۱) انسان موجود ناشناختہ ص ۸۲ تا ۸۷

(۲) جواہر: کتاب الطلاق

(۳) سورہ نساء آیت ۱۹

(۴) سورہ نساء آیت ۱۲۸

(۵) مستدرک ج ۳ ص ۲

(۶) وسائل ج ۳ ص ۱۴۴

(۷) سورہ نساء آیت ۲۵

(۸) سورہ نساء آیت ۲۵

(۹) طلاق آیت ۱

(۱۰) سورہ بقرہ آیت ۲۲۹

(۱۱) مجمع البیان ج ۱ ص ۱۶۷

(۱۲) طلاق و تجدد ص ۹۹

(۱۳) خواندن ہائے سال ۲۵۔ شمارہ ۱۰۳

(۱۴) المرأة المسلمة: محمد فرید وجدی

(۱۵) اسلام از نظر والتیر